عہد نبوی کے غزوات و سرایا
اور
اُن کے مآخذ پر ایک نظر

(۱۷)

(سعید احمد اکبر آبادی)

سلسلہ کے لئے دیکھئے اشاعت جنوری ۱۹۶۶ء

حی بن اخطب النضیری جو بنو نضیر کے اُن چند لیڈروں میں سے ایک تھا جنھوں نے غزوۂ احزاب کا فتنۂ عظیم برپا کیا تھا خود بنی قریظہ کے پاس گیا اور اُن کے سردار کعب بن اسد القرظی سے ملاقات کے لئے اُس کے قلعہ میں داخل ہونا چاہا تو اُس نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا، حی بن اخطب نے دروازہ کھولنے کی درخواست کی تو کعب نے کہا: میں تمھارے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔ تم منحوس آدمی ہو، تم مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت پر اکساتے ہو، حالانکہ میں نے اُن سے عہد و پیمان کر رکھا ہے، اور میں نے محمد کو اپنے عہد و پیمان کو بڑا پابند اور سچا پایا ہے۔ اس لئے میں بھی اُس عہد کو نہیں توڑوں گا جو میرے اور اُن کے درمیان ہے۔" حی بن اخطب بولا: اچھا! دروازہ تو کھولو، میں تم سے بات کروں گا اور لوٹ جاؤں گا" کعب نے اب بھی دروازہ نہیں کھولا تو حی بن اخطب نے کعب کی عربی حمیت کو مہمیز کرنے کی غرض سے ایک ایسی بات کہی جس کے بعد دروازہ

کھول دینا یقینی تھا، اس نے کہا:

میں سمجھا! تم دروازہ اس لئے نہیں کھولتے کہ تمھیں ڈر ہے میں تمھارے طعام خاص[1] میں حی بن اخطب کی یہ تدبیر کارگر ہوئی کعب نے غضبناک ہو کر فوراً دروازہ کھول دیا، اب حی نے کہا: میں قریش اور غطفان کے سرداروں کی ایک فوج گراں لے کر آیا ہوں جس نے محمد اور اُن کے ساتھیوں کو ختم کر دینے کی قسم کھالی ہے یہ کعب نے جواب دیا: تم مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو، میں تمھاری بات ہرگز نہیں مان سکتا، تم جسے فوجِ گراں کہتے ہو میرے نزدیک وہ جھوٹے بادل ہیں جو گھن گرج تو بہت دکھاتے ہیں مگر برستے نہیں،، حی اور کعب میں دیر تک اسی طرح ردّ و قدح اور تکرار ہوتی رہی، اس سلسلہ میں حی نے یہ بھی کہا: اگر قریش ناکام واپس ہوئے بھی تو میں بہر حال یہیں مدینہ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں گا پھر تمھیں کیا غم ہے،، آخر کعب پسیجا اور اُس نے حی کی ہمنوائی اختیار کر لی[2]

بلی تھیلے سے باہر! بنو قریظہ نے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُرامن رہنے کا معاہدہ کر رکھا تھا لیکن جیسا کہ گذر چکا ہے وہ کبھی اس کے پابند نہیں رہے اور انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کے لئے کسی مناسب وقت کے انتظار میں اس کو دفع الوقتی کا محض ایک بہانہ بنایا تھا، ورنہ جب کبھی ذرا موقع ملتا یہ اپنی شرارت سے باز نہیں آتے تھے، چنانچہ غزوۂ خندق کے لئے تیاری کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو بنو قریظہ کے قریب ایک محفوظ قلعہ میں فروکش کر دیا تھا تو بنو قریظہ اُس وقت بھی نہ چوکے۔ انھوں نے خواتین پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ وہ حرم نشینانِ کاشانۂ نبوت کے جائے قیام اور اُن کے حفاظتی انتظامات کا سراغ لگائے، یہ شخص مشتبہ انداز میں ادھر

---

[1] روایت میں جشیشہ کا لفظ آتا ہے، یہ عرب کا خاص اور لذیذ کھانا تھا جو موٹے پسے ہوئے گیہوں گوشت اور کھجور سے تیار کیا جاتا تھا۔

[2] الد ۴/۴ ص ۱۰۳

اُدھر گھوم رہا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی حضرت صفیہ نے بھانپ لیا، انھوں نے حضرت حسان بن ثابت کو جو قلعہ کی پہرہ داری پر متعین تھے، اس طرف متوجہ کیا۔ مگر وہ ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے، انھوں نے اس پر دھیان نہیں دیا، آخر حضرت صفیہ نے خود ہمت کی اور قلعہ سے باہر نکل ایک چوب گراں سے یہودی کے ضرب کاری لگائی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا، اس موقع پر حضرت صفیہ کے جو الفاظ ہیں وہ یاد رکھنے کے قابل ہیں، فرماتی ہیں :۔

وقد حاربت بنو قریظة، وقطعت ما بینها و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	بنو قریظہ اس وقت بر سر جنگ تھے اور جو معاہدہ اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان

تھا وہ انھوں نے منقطع کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں، حی بن اخطب کا کعب بن اسد القرظی کو شیشہ میں اُتار لینا اور مدینہ سے جلا وطن ہونے کے باوجود خود اس کا بنو قریظہ میں رہ پڑنا! ان سب کے کیا معنی تھے؟ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو تحقیق حال کے لئے چار آدمیوں کا ایک دستہ بھیجا جس میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ اور اُس قبیلہ کے لیڈر سعد بن معاذ بھی شامل تھے، دستہ کی روانگی کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت کر دی تھی کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے اگر یہ سچ ثابت ہو تو تم واپس آ کر ہم کو اُس کی اطلاع گول مول لفظوں میں دینا تاکہ مسلمانوں میں اُس سے عام اضطراب اور بے چینی نہ پیدا ہو البتہ ہاں اگر یہ خبر جھوٹی ہو تو تم اس کی خبر علانیہ دینا اب یہ دستہ وہاں پہنچا اور اُس نے تحقیق حال کی تو جو کچھ سنا تھا حالت اُس سے بھی بدتر پائی بنو قریظہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ الفاظ کہے اور انھوں نے صاف صاف کہا کہ ہمارا محمد سے کوئی کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہے[1]

جس طرح بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے اسی طرح بنو قریظہ اُس کے حلیف تھے

[1] سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۹

اس بناء پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ دور اندیشی وحکمت عملی اس دستہ میں سعد بن معاذ کو جو اُس قبیلہ کے سردار تھے شامل کیا تھا تاکہ یہ جو رپورٹ کریں گے اُس کے درست ہونے میں کسی کو تردد ہی نہ ہو اور بنو قریظہ کو بھی اُس کی تکذیب کا یارا نہ ہو، سعد بن معاذ اگرچہ بنو قریظہ کے حلیف تھے، لیکن اس وقت انھوں نے ان بدبختوں کی زبان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو سخت گستاخانہ کلمات سنے تو برداشت نہ کرسکے اور پلٹ کر انھوں نے بھی جواب ترکی بترکی نہایت سختی اور درشتی سے دیا، جب بات زیادہ بڑھی تو سعد بن عبادۃ نے کہا: سعد بن معاذ! ان کو چھوڑو بھی! کیوں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان جو معاملہ ہے وہ تو سب وشتم سے بھی کہیں زیادہ سخت ہے،، سعد بن نے واپس ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق یہ خبر ڈھکے چھپے الفاظ میں سنائی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ دل داری ودل جوئی فرمایا: لو! اے مسلمانو! تمھارے لئے خوش خبری ہے،،[1] یہ حضور کی قیادت کا کمال ہے کہ خبر کس درجہ منحوس اور تشویش انگیز آئی ہے لیکن مسلمانوں کے سامنے آپ اس کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں تاکہ اُن میں بے چینی اور اضطراب نہ پیدا ہو۔

غرض کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا کہ بنو قریظہ حسبِ سابق اب بھی اسلام اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمن تھے، آپ سے ان کا جو معاہدہ ہوا تھا اس کو قولاً وعملاً انھوں نے توڑ دیا تھا، مقتول کے خون بہا کے معاملہ میں ان کو بنو نضیر کے ہم مرتبہ قرار دے کر آپ نے اُن پر جو احسانِ عظیم کیا تھا اُس کو اُن لوگوں نے پسِ پشت ڈال دیا تھا، آپ نے معاہدہ کی رو سے ان کو جان ومال کی امان اور مذہب وکسبِ معاش کی جو آزادی مرحمت فرمائی تھی اس کی ان لوگوں نے ذرا قدر نہیں کی اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے سینہ میں چھرا بھونک دینے کا جتن کرتے رہے۔

---

[1] (الدرر ص ۸۳)

غزوۂ احزاب سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے نازک اور تشویش انگیز وقت اور کون سا ہو سکتا تھا جب کہ دس ہزار کے ٹڈی دل نے مدینہ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا تھا اور مسلمان خندق کی ڈھال پر ان کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے، ظاہر ہے اس وقت بنو قریظہ کس طرح چوک سکتے تھے، چنانچہ وہ کون سی شیطنت ہے جو انھوں نے نہیں کی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ جنگی قیادت کو داد دینا چاہئے کہ آپ بنو قریظہ کی ایک ایک حرکت سے واقف رہے لیکن جنوب میں دوسرا محاذِ جنگ نہیں کھلنے دیا، بنو قریظہ ہزار کسمسائے اور بار بار بل کھاتے رہے لیکن حضور نے ان کی طرف حضرت علی کی سرکردگی میں دو سو آدمیوں کا جو دستہ متعین کر رکھا تھا اُس کی وجہ سے انھیں کھلم کھلا جنگ کرنے اور قریش و غطفان کو کمک پہنچانے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں ان کے اس حال کی عکاسی اس طرح کی گئی ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (الاحزاب)	اور وہ اہل کتاب (بنو قریظہ) جنھوں نے مشرکین کی مدد کی اللہ نے اُن کو اُن کے قلعوں سے نیچے اُتارا اور اُن کے دلوں میں (مسلمانوں کا) رعب بٹھا دیا۔

مولانا شبلی نے لکھا ہے: "قریظہ نے علانیہ جنگ میں شرکت کی اور شکست کھا کر ہٹ آئے"۔ (سیرت النبی ج ۱ ص ۴۴۳) لیکن مآخذ کی عام روایات سے کھلم کھلا جنگ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحقیق حال کے لئے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کو بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ اور پھر ان دونوں حضرات نے حضور کو جو رپورٹ دی اُس میں کہیں علانیہ شرکت جنگ کا تذکرہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں حضرت علی اپنے دستہ (Regiment) کے ساتھ وہیں کہیں موجود

تھا اگر یہ لوگ میدان میں آکر مقابلہ کرتے تو حیدر کرار کی زد سے بچ کر کہاں جا سکتے تھے، تاریخ میں کہیں تو اس کا تذکرہ ہوتا۔

ایک عام روایت اور اُس کی تردید

اس سلسلہ میں ایک عام روایت جو تاریخ و سیر کی تمام کتابوں میں یہاں تک کہ حافظ ابن عبدالبر کے ہاں بھی موجود ہے، وہ یہ ہے کہ جن دنوں میں قریش اور بنو قریظہ میں بات چیت چل رہی تھی، نعیم بن مسعود اشجعی نام کے ایک غطفانی سردار تھے نئے مسلمان ہوئے تھے انھوں نے حضور کو پیش کش کی کہ وہ قریش اور بنو قریظہ دونوں کے پاس جا کر لگائی بجھائی کی ایسی بات کرنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف سے بے اعتمادی پیدا ہو جائے اور اُن میں باہم سنگٹھن نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی تو اب یہ بنو قریظہ کے پاس آتے اور کہا: قریش کا کیا اعتبار ہے، آج وہ یہاں ہیں، کل چلے جائیں گے، اس لئے تم قریش سے مطالبہ کرو کہ وہ اپنے کچھ آدمی تمھارے پاس بہ طور رہن کے رکھ دیں، دوسری طرف قریش سے جا کر کہا: بنو قریظہ کو تم پر بالکل اعتماد نہیں ہے، اس بنا پر وہ تم سے رہن کا مطالبہ کریں گے،" نعیم بن مسعود کا یہ حربہ کارگر ہوا، چنانچہ بنو قریظہ کی طرف سے جب ضمانت یا رہن کا مطالبہ ہوا تو قریش اُن سے مایوس ہو گئے اور دونوں میں گٹھ جوڑ نہ ہو سکا۔

مولانا شبلی نے بر بنائے قیاس اس روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے لیکن مولانا سید سلیمان ندوی نے حاشیہ میں اس قیاس کی تصویب کرتے ہوئے مصنف ابن ابی شیبہ اور البدایہ والنہایہ لابن کثیر کے حوالہ سے اس روایت کے بالمقابل ایک اور روایت پیش کی ہے جس سے روایت متعلقہ کی تردید ہو جاتی ہے اور ہمارے نزدیک حق یہی ہے، (دیکھئے سیرت النبی ج ا ص ۴۳۰ و ۴۳۱) جب ایک مستند روایت موجود ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ ابن اسحق کی روایت پر بھروسہ کیا جائے جس میں الحرب خدعۃ کی آڑ میں ایک صحابی کی نسبت ایسی بات بیان کی گئی ہو جو اُن کی شان کے مناسب نہ ہو۔

بہر حال اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی نسبت یہ طے کر لیا کہ اب اُن سے درگذر کرنا سانپ کو دودھ پلانے کے ہم معنی ہوگا اور اُن کا قطعی فیصلہ کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، آپ کو انتظار صرف اسی بات کا تھا کہ غزوۂ احزاب ختم ہو تو آپ اس طرف متوجہ ہوں۔ اور قدرت نے اس کا سامان کر دیا۔

قبائل کی ناکام واپسی | محاصرہ جس قدر طویل ہوتا جاتا تھا قریش اور غطفان کے حوصلے پست ہوتے جاتے تھے، کیوں کہ خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی جو اُدھر کا رُخ کرتا مسلمان قدر اندازوں کے ہاتھوں منہ کی کھاتا تھا، سامانِ رسد کم ہوتا جارہا تھا، مزید سپلائی کی امید نہ تھی، یہود کی شرکت سے مایوسی اور ناامیدی تھی، یہ سب کچھ تو تھا ہی کہ اچانک موسم بہت شدید ہوگیا، سردی غیر معمولی طور پر سخت تھی، آندھی بھی چلنے لگی، جس کے باعث اُن کے خیمے اُڑ گئے اور ہانڈیاں اُلٹ پلٹ ہوگئیں، گھوڑے تتر بتر ہوگئے اور ایک عجیب افراتفری کا عالم پیدا ہوگیا، ابوسفیان ایک مرد جہاندیدہ و تجربہ کار تھا، یہ صورتِ حال دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ اب مزید توقف کرنا مرگ عام کو دعوت دینا ہے، اُس نے قریش کو خطاب کر کے کہا: لوگو! اب یہاں ٹھہرنا سخت نقصان کا باعث ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ روانہ ہو جاؤ اُس نے یہ کہا اور جھٹ اپنے اونٹ پر سوار ہو چل دیا، ساتھ ہی قریش اور غطفان روانہ ہوگئے، اس طرح مدینہ کا مطلع جو کم و بیش تین ہفتوں سے غبار آلود تھا یکایک صاف ہوگیا[1]۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۚ

(احزاب)

اور اللہ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس اس حالت میں لوٹا دیا کہ اُن کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور اللہ نے مسلمانوں کو جنگ سے بچا لیا۔

---

[1] الاہم ص ۱۸۸

قبائل کی ناکامی کے اسباب | دس ہزار کے ٹڈی دل فوج کا اس طرح ناکام ونامراد واپس ہوجانا دنیا کی تاریخ جنگ کا عجیب وغریب اور بڑا حیرت انگیز واقعہ ہے، پروفیسر مونٹگومری واٹ لکھتے ہیں : جنگی نقطۂ نظر سے قبائل کی ناکامیابی کا سبب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر معمولی جنگی تدبیر، اُن کا اعلیٰ درجہ کا جاسوسی اور خبر رسانی کا محکمہ اور مسلمانوں کی اعلیٰ تنظیم ہے، قریش کو اپنی سوار فوج کی وجہ سے کامیابی کا یقین تھا، وہ جانتے تھے کہ اسلامی فوج اس سے عہدہ برآنہ ہوسکے گی، لیکن ایک خندق کے حربہ نے اُن کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا اور اُن کے چھ سو گھوڑے ذرا اُن کے کام نہ آئے، علاوہ ازیں اہلِ مکہ کو ایک عظیم نقصان اس سے پہنچا کہ جب انھوں نے مدینہ پر چڑھائی کی ہے اُس سے ایک ماہ قبل ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ازراہِ دوراندیشی تمام فصلیں کٹوالی تھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت تمام کھیت صاف تھے اور گھوڑوں کے لئے چارہ نہ تھا۔

پروفیسر موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں :

اس خالص فوجی اور جنگی نقطۂ نظر کے علاوہ غزوۂ احزاب کا جو نتیجہ ہوا اُس کا ایک بڑا سبب مسلمانوں کا اتفاق واتحاد اور اُن کا ڈسپلن اور نظم ونسق بھی تھا، پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو قریظہ کو شرکتِ جنگ سے الگ رکھ کر جس طرح جنوب میں ایک دوسرا محاذ جنگ نہیں کھلنے دیا وہ اُن کے اعلیٰ سیاسی تدبر کی دلیل ہے[1]

بنو قریظہ کا محاصرہ | آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز چہارشنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۵ھ غزوۂ احزاب سے واپس لوٹے اور چوں کہ حی بن اخطب بنو قریظہ میں مقیم تھا اور وہ ایک عظیم فتنہ کا باعث ہوسکتا تھا اس بنا پر آپ فوراً بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہوگئے، ابھی عصر کی نماز بھی ادا نہیں ہوئی تھی کہ آپ مجاہدین کی ایک جمعیت لے کر روانہ ہولئے

---

[1] Mohammad in Madina P: 37 - 39

علمبرداری کا شرف حضرت علی کو عطا فرمایا گیا، اور مدینہ کی حفاظت اور نگرانی عبداللہ بن مکتوم کے سپرد ہوئی حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں کا بنو قریظہ سے آمنا سامنا ہوا تو اُن لوگوں نے حضور کی شان میں سخت گستاخانہ الفاظ کہے، اتنے میں حضور بھی پہنچ گئے، آپ نے بنو قریظہ کو خطاب کرکے فرمایا، بدبختو! تم نے معاہدہ توڑ دیا ہے، خدا تم کو اس کی سزا دے گا۔ اب آپ نے حکم دیا کہ بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا جائے، کم و بیش تین ہفتے محاصرہ جاری رہا۔

بنو قریظہ کا خاتمہ بنو قریظہ چاہتے تھے کہ قلعہ میں رہتے ہوئے حضور سے کوئی معاملہ طے کریں لیکن آپ کو اصرار تھا کہ پہلے وہ قلعہ سے نکل کر اپنے آپ کو حضور کے سپرد کر دیں، پھر جو معاملہ مناسب ہوگا۔ وہ اُن کے ساتھ کیا جائے گا۔ چنانچہ مجبور ہو کر یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے، اب اُن کے ساتھ معاملہ کیا ہو؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنو قریظہ کی خواہش کے مطابق حضرت سعد بن معاذ کو حَکَم مقرر کر دیا کہ وہ جو فیصلہ چاہیں کریں، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، حضرت سعد بن معاذ قبیلۂ اُوس سے تعلق رکھتے تھے اور یہ قبیلہ بنو قریظہ کا حلیف تھا، اس بنا پر بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم بننے سے مسرور بھی تھے اور مطمئن بھی، بنو قریظہ پر حجت تمام کرنے کی غرض سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ تجویز بھی کی کہ سعد بن معاذ کا جو فیصلہ ہو وہ توراۃ کے احکام کی روشنی میں ہو، حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا کہ "بنو قریظہ میں جو بالغ مرد ہیں اُن کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور اُن کا مال و متاع تقسیم کر دیا جائے،" چوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے جلا وطن کرنے اور اس طرح اُن کو زندہ چھوڑ دینے کا انجام دیکھ چکے تھے اس بنا پر قرآن کے حکم اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ کے مطابق آپ کا ذاتی رجحان بھی ان لوگوں کا قصہ ہی پاک کر دینے کی طرف تھا اور اس کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن ہی نہ تھی، چنانچہ سعد بن معاذ نے جو فیصلہ دیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کی تصویب کی اور فرمایا: خدا کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

اس فیصلہ کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ کے بازار کی جانب خندقیں کھودی گئیں اور وہاں لے جاکر بالغ مردوں کا سرقلم کردیا گیا، حی بن اخطب اور کعب بن اسد بھی ان مقتولین میں شامل تھے، حی بن اخطب کو جب مقتل میں لایا گیا تو اس نے حضور کی طرف دیکھا اور بولا: بخدا! مجھ کو اس کا افسوس نہیں ہے کہ میں نے تیرے ساتھ دشمنی کیوں کی، لیکن ہاں بات یہ ہے کہ خدا جس کو رسوا کرتا ہے وہ رسوا ہوہی جاتا ہے، اس کے بعد وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:۔

ایھا الناس! لاباس بامر اللہ	اے لوگو! امر خداوندی کی تعمیل میں کوئی حرج
کتابٌ وقدرٌ وملحمۃ کتبھا اللہ	نہیں ہے، یہی نوشتۂ تقدیر اور حکم الٰہی تھا اور
علی بنی اسرائیل[1]	یہ ایک پاداش عمل تھی جو اللہ نے بنو اسرائیل
	کے مقدر کی تھی۔

مقتولین میں ایک عورت بھی تھی، جس کا نام بُنانہ تھا اور الحکم القرظی (بعض کتابوں میں الحسن القرظی) کی بیوی تھی، اس کا جُرم یہ تھا کہ بنو قریظہ کے معرکہ میں اُس نے حضرت خلاد بن سوید پر قلعہ کے اوپر سے ایک چکی پھینک دی تھی جس سے وہ جاں بحق ہو گئے تھے[2] (باقی آئندہ)

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵۲ [2] الاصابہ ص ۱۹۲

گزارش

خریداری بُرہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ تاکہ تعمیلِ ارشاد میں تاخیر نہ ہو، اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقع پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔